



## Noble Quran

## الحَكِيمُ الْقُرْآن

Quran Urdu Translation اردو ترجمہ

Maulana Muhammad Sahib

مولانا محمد صاحب جو ناگرہی

Quran Tafsir تفسیر

Maulana Salahhudin Yusuf

مولانا صلاح الدین یوسف

## Surah Al Mujadilah

### سورة المجادلة

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَ كَمَا

یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سنی جو تجھ سے اپنے شوہر کے بارے میں تکرار کر رہی تھی

اور اللہ کے آگے شکایت کر رہی تھی، اللہ تعالیٰ تم دونوں کے سوال و جواب سن رہا تھا

یہ اشارہ ہے حضرت خولہ بنت مالک بن ثعلبہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ کی طرف جن کے خاوند حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے ان سے ظہار کر لیا تھا ظہار کو طلاق سمجھا جاتا تھا حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سخت پریشان ہوئیں اس وقت تک اس کی بابت کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لیے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کچھ توقف فرمایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث و تکرار کرتی رہیں جس پر یہ آیات نازل ہوئیں جن میں مسئلہ ظہار اور اس کا حکم و کفارہ بیان فرما دیا گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح لوگوں کی باتیں سننے والا ہے کہ یہ عورت گھر کے ایک کونے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مجادلہ کرتی اور اپنے خاوند کی شکایت کرتی رہی مگر میں اس کی باتیں نہیں سنتی تھی لیکن اللہ نے آسمانوں پر سے اس کی بات سن لی،

سنن ابن ماجہ المقدمہ۔

صحیح بخاری میں بھی تعلیقا اس کا مختصر ذکر ہے۔ کتاب التوحید۔

إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ (۱)

بیشک اللہ تعالیٰ سننے دیکھنے والا ہے۔

الَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْكُمْ مِنْ نِسَائِهِمْ مَا هُنَّ أُمَّهَاتِهِمْ

تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں (یعنی انہیں ماں کہہ بیٹھے ہیں) وہ دراصل ان کی مائیں نہیں بن جاتیں،

## إِنَّ أُمَّهَاتَهُمْ إِلَّا اللَّائِي وَلَدَتْهُمْ<sup>ج</sup>

ان کی مائیں تو وہی ہیں جن کے بطن سے وہ پیدا ہوئے،

یہ ظہار کا حکم بیان فرمایا ہے کہ تمہارے کہہ دینے سے تمہاری بیوی تمہاری ماں نہیں بن جائے گی۔

اگر ماں کے بجائے کوئی شخص اپنی بیٹی یا بہن وغیرہ کی پیٹھ کی طرح اپنی بیوی کو کہہ دے تو یہ ظہار ہے یا نہیں؟

امام مالک اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ سے بھی ظہار قرار دیتے ہیں جب کہ دوسرے علماء اسے ظہار تسلیم نہیں کرتے پہلا قول ہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

اسی طرح اس میں بھی اختلاف ہے کہ پیٹھ کی جگہ اگر کوئی یہ کہے کہ تو میری ماں کی طرح ہے پیٹھ کا نام نہ لے تو علماء کہتے ہیں کہ اگر ظہار کی نیت سے وہ مذکورہ الفاظ کہے گا تو ظہار ہو گا بصورت دیگر نہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر ایسے عضو کے ساتھ تشبیہ دے گا جس کا دیکھنا جائز ہے تو یہ ظہار نہیں ہو گا۔

امام شافعی رحمہ اللہ بھی کہتے ہیں کہ ظہار صرف پیٹھ کی طرح کہنے سے ہی ہو گا۔ فتح القدیر

## وَإِنَّ اللَّهَ لَعَفُوفٌ غَفُورٌ<sup>ج</sup> (۲)

یقیناً یہ لوگ ایک نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔ بیشک اللہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

اسی لیے اس نے کفار کو اس قول منکر اور جھوٹ کی معافی کا ذریعہ بنا دیا۔

## وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَا<sup>ج</sup>

جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں پھر اپنی کبھی ہوئی بات سے رجوع کر لیں (۱)

تو ان کے ذمے آپس میں ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے (۲) ایک غلام آزاد کرنا ہے،

۱۔ اب اس حکم کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے۔

رجوع کا مطلب، بیوی سے ہم بستری کرنا چاہیں۔

۲۔ یعنی ہم بستری سے پہلے وہ کفارہ ادا کریں

- ایک غلام آزاد کرنا

- اس کی طاقت نہ ہو تو پے درپے دو مہینے کے روزے۔

اگر درمیان میں بغیر عذر شرعی کے روزہ چھوڑ دیا تو نئے سرے سے پورے دو مہینے کے روزے رکھنے پڑیں گے۔

عذر شرعی سے مراد بیماری یا سفر ہے،

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ بیماری وغیرہ کی وجہ سے روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے۔

بعض کہتے ہیں کہ ہر مسکین کو دو مد نصف صاع یعنی سو اکلوا اور بعض کہتے ہیں ایک مد کافی ہے لیکن قرآن کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانا اس طرح کھلایا جائے کہ وہ شکم سیر ہو جائیں یا اتنی مقدار میں ان کو کھانا دیا جائے ایک مرتبہ ہی سب کو کھلانا بھی ضروری نہیں بلکہ متعدد اقساط میں یہ تعداد پوری کی جاسکتی ہے۔ فتح القدیر

تاہم یہ ضروری ہے جب تک یہ تعداد پوری نہ ہو جائے اس وقت تک بیوی سے ہم بستری جائز نہیں۔

ذَلِكُمْ تُوَعِّظُونَ بِهِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (۳)

اس کے ذریعے تم نصیحت کئے جاتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔

فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامَهُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَآئَسَا فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُهُ سِتِّينَ مِسْكِينًا

ہاں جو شخص نہ پائے اس کے ذمے دو مہینوں کے لگاتار روزے ہیں اس سے پہلے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں اور جس شخص کو یہ طاقت بھی نہ ہو اس پر ساٹھ مسکینوں کا کھانا کھلانا ہے۔

ذَلِكَ لِيُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

یہ اس لئے کہ تم اللہ کی اور اس کے رسول کی حکم برداری کرو،

وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ (۴)

یہ اللہ تعالیٰ کی وہ حدیں ہیں اور کفار ہی کے لئے دردناک عذاب ہے

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِنَ الْقَبْلِهِمْ

پیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل کئے جائیں گے (۱) جیسے ان سے پہلے کے لوگ ذلیل کئے گئے تھے (۲)  
۱۔ کُبِتُوا، ماضی مجہول کا صیغہ ہے مستقبل میں ہونے والے واقعے کو ماضی سے تعبیر کر کے واضح کر دیا کہ اس کا وقوع اور تحقق اسی طرح یقینی ہے جیسے کہ وہ ہو چکا ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ یہ مشرکین مکہ بدر والے دن ذلیل کیے گئے کچھ مارے گئے کچھ قیدی ہو گئے اور مسلمان ان پر غالب رہے مسلمانوں کا غلبہ بھی ان کے حق میں نہایت ذلت تھا۔

۲۔ اس سے مراد گزشتہ امتیں ہیں جو اسی مخالفت کی وجہ سے ہلاک ہوئیں۔

وَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُهِينٌ (۵)

اور پیشک ہم واضح آیتیں اتار چکے ہیں اور کافروں کے لئے تو ذلت والا عذاب ہے۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا

جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو اٹھائے گا پھر انہیں ان کے کئے ہوئے عمل سے آگاہ کرے گا

## أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ<sup>ج</sup>

جسے اللہ نے شمار کر رکھا ہے جسے یہ بھول گئے تھے

یہ ذہنوں میں پیدا ہونے والے اشکال کا جواب ہے کہ گناہوں کی اتنی کثرت اور ان کا اتنا تنوع ہے کہ ان کا احصار بظاہر ناممکن ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہارے لیے یقیناً ناممکن ہے بلکہ تمہیں تو خود اپنے کیے ہوئے سارے کام بھی یاد نہیں ہوں گے لیکن اللہ کے لیے یہ کوئی مشکل نہیں اس نے ایک ایک کا عمل محفوظ کیا ہوا ہے۔

وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ<sup>(۶)</sup>

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔

اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

آگے اس کی مزید تاکید ہے کہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ<sup>ط</sup>

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ آسمانوں کی اور زمین کی ہر چیز سے واقف ہے۔

مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ

تین آدمیوں کی سرگوشی نہیں ہوتی مگر اللہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ کی مگر ان کا چھٹا ہوتا ہے

وَلَا أَدْنَىٰ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا<sup>ط</sup>

اور اس سے کم اور نہ زیادہ کی مگر وہ ساتھ ہی ہوتا ہے (۱) جہاں بھی وہ ہوں (۲)

۱۔ یعنی مذکورہ تعداد کا خصوصی طور پر ذکر اس لئے نہیں ہے کہ اس میں کم یا اس سے زیادہ تعداد کے درمیان ہونے والی گفتگو سے بے خبر رہتا ہے بلکہ یہ تعداد بطور مثال ہے، مقصد یہ بتلانا ہے کہ تعداد تھوڑی ہو یا زیادہ وہ ہر ایک کے ساتھ ہے اور ہر ظاہر اور پوشیدہ بات کو جانتا ہے۔

۲۔ خلوت میں ہوں یا جلوت میں، شہروں میں ہوں یا جنگلوں صحراؤں میں، آبادیوں میں ہوں یا بے آباد پہاڑوں بیابانوں میں، جہاں بھی ہوں، اس سے چھپے نہیں رہ سکتے۔

ثُمَّ يُبَلِّغُهُمْ<sup>ج</sup> بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ

پھر قیامت کے دن انہیں اعمال سے آگاہ کرے گا۔

یعنی اس کے مطابق ہر ایک کو جزا دے گا نیکوں کو اس کی نیکیوں کی جزا اور بد کو اس کی بدیوں کی سزا۔

إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (٤)

بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ هُوَ أَعْنِ النَّجْوَى ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا هُمْ أَعْتَدُوا

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا؟ جنہیں کاناپھوسی سے روک دیا گیا تھا وہ پھر بھی اس روکے ہوئے کام کو دوبارہ کرتے ہیں اس سے مدینے کے یہودی اور منافقین مراد ہیں جب مسلمان ان کے پاس سے گزرتے تو یہ باہم سر جوڑ کر اس طرح سرگوشیاں اور کاناپھوسی کرتے کہ مسلمان یہ سمجھتے کہ شاید ان کے خلاف یہ کوئی سازش کر رہے ہیں یا مسلمانوں کے کسی لشکر پر دشمن نے حملہ کر کے انہیں نقصان پہنچایا ہے جس کی خبر ان کے پاس پہنچ گئی ہے مسلمان ان چیزوں سے خوف زدہ ہو جاتے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح سرگوشیاں کرنے سے منع فرمادیا لیکن کچھ ہی عرصے کے بعد انہوں نے پھر یہ مذموم سلسلہ شروع کر دیا۔ آیت میں ان کے اسی کردار کو بیان کیا جا رہا ہے۔

وَيَتَنَاجَوْنَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ

اور آپس میں گناہ کی اور ظلم کی زیادتی کی نافرمانی، پیغمبر کی سرگوشیاں کرتے ہیں

یعنی ان کی سرگوشیاں نیکی اور تقویٰ کی باتوں میں نہیں ہوتیں، بلکہ گناہ، زیادتی اور معصیت رسول پر مبنی ہوتی ہیں مثلاً کسی کی غیبت، الزام تراشی، بے ہودہ گوئی ایک دوسرے کو رسول اللہ کی نافرمانی پر اکسانا وغیرہ۔

وَإِذَا جَاءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللَّهُ

اور جب تیرے پاس آتے ہیں تو تجھے ان لفظوں میں سلام کرتے ہیں جن لفظوں میں اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا

یعنی اللہ نے سلام کا طریقہ یہ بتلایا ہے کہ تم السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہو، لیکن یہودی نبی کی خدمت میں حاضر ہوتے تو اس کی بجائے کہتے السلام علیکم یا علیک (تم پر موت وارد ہو) اس لئے رسول اللہ ان کے جواب میں صرف یہ فرمایا کرتے تھے، وعلیکم یا وعلیک (اور تم پر ہی ہو) اور مسلمانوں کو بھی آپ نے تاکید فرمائی کہ جب کوئی اہل کتاب تمہیں سلام کرے تو جواب میں وعلیک کہا کرو یعنی **علیک ما قلت** (تو نے جو کہا ہے وہ تجھ پر ہی وارد ہو۔ صحیح بخاری

وَيَقُولُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ

اور اپنے دل میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر جو ہم کہتے ہیں سزا کیوں نہیں دیتا

یعنی وہ آپس میں یا اپنے دلوں میں کہتے کہ اگر یہ سچا نبی ہوتا تو اللہ تعالیٰ یقیناً ہماری اس فتنج حرکت پر ہماری گرفت ضرور فرماتا۔

حَسْبُ لَهُمْ جَهَنَّمُ يَصَلُّوْنَهَا فَيُنْسِئُ الْمَصِيدِ (٨)

ان کے لئے جہنم کافی سزا ہے جس میں یہ جائیں گے سو وہ براٹھکانا ہے۔

اللہ نے فرمایا کہ اگر اللہ نے اپنی مشیت اور حکمت بالغہ کے تحت دنیا میں ان کی فوری گرفت نہیں فرمائی تو کیا وہ آخرت میں جہنم کے عذاب سے بھی بچ جائیں گے؟ نہیں یقیناً نہیں ان کی منتظر ہے جس میں وہ داخل ہوں گے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ أَتَاكُمْ جُنُودُهُمْ فَلَا تَتَّخِذُوا بِالْأَعْمَالِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُولِ

اے ایمان والو! تم جب سرگوشیاں کرو تو یہ سرگوشیاں گناہ اور ظلم (زیادتی) اور نافرمانی پیغمبر کی نہ ہو

جس طرح یہود اور منافقین کا شیوہ ہے یہ گویا اہل ایمان کو تربیت اور کردار سازی کے لیے کہا جا رہا ہے کہ اگر تم اپنے دعوائے ایمان میں سچے ہو تو تمہاری سرگوشیاں یہود اور اہل نفاق کی طرح اثم و عدوان پر نہیں ہونی چاہئیں۔

وَتَتَّخِذُوا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْقَوَىٰ

بلکہ نیکی اور پرہیزگاری کی باتوں پر سرگوشی کرو

یعنی جس میں خیر ہی خیر ہو اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر مبنی ہو، کیونکہ یہی نیکی اور تقویٰ ہے

وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ (۹)

اور اس اللہ سے ڈرتے رہو، جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے۔

إِنَّهَا النَّجْوَىٰ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزُنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَارِّهِمْ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ

(بری) سرگوشیاں، پس شیطانی کام ہے جس سے ایمانداروں کو رنج پہنچے (۱)

گو اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر وہ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا

یعنی اثم و عدوان اور معصیت رسول پر مبنی سرگوشیاں یہ شیطانی کام ہیں، کیونکہ شیطان ہی ان پر آمادہ کرتا ہے، تاکہ وہ اس کے ذریعے سے مومنوں کو غم میں مبتلا کرے۔

وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (۱۰)

اور ایمان والوں کو چاہیے کہ اللہ پر بھروسہ رکھیں۔

لیکن یہ سرگوشیاں اور شیطانی حرکتیں مومنوں کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتیں الا یہ کہ اللہ کی مشیت ہو اس لیے تم اپنے دشمنوں کی ان اوجھی حرکتوں سے پریشان نہ ہو کرو بلکہ اللہ پر بھروسہ رکھو اس لیے کہ تمام معاملات کا اختیار اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے نہ کہ یہود اور منافقین جو تمہیں تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں۔

سرگوشی کے سلسلے میں ہی مسلمانوں کو ایک اخلاقی ہدایت یہ دی گئی ہے کہ جب تم تین آدمی اکٹھے ہو تو اپنے میں سے ایک کو چھوڑ کر دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں کیونکہ یہ طریقہ اس ایک آدمی کو غم ڈال دے گا۔ صحیح بخاری

البتہ اس کی رضامندی اور اجازت سے ایسا کرنا جائز ہے کیونکہ اس صورت میں دو آدمیوں کا سرگوشی کرنا کسی کے لیے تشویش کا باعث نہیں ہو گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ<sup>ط</sup>

اے مسلمانو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں ذرا کشادگی پیدا کرو تو تم جگہ کشادہ کرو (۱) اللہ تمہیں کشادگی دے گا (۲)

۱۔ اس میں مسلمانوں کو مجلس کے آداب بتلائے جا رہے ہیں مجلس کا لفظ عام ہے جو ہر اس مجلس کو شامل ہے جس میں مسلمان خیر اور اجر کے حصول کے لیے جمع ہوں و عظ و نصیحت کی مجلس ہو یا جمعہ کی مجلس ہو۔ تفسیر القرطبی

کھل کر بیٹھو کا مطلب ہے کہ مجلس کا دائرہ وسیع رکھو تا کہ بعد میں آنے والوں کے لے بیٹھنے کی جگہ رہے دائرہ تنگ مت رکھو کہ بعد میں آنے والے کو کھڑا رہنا پڑھے یا کسی بیٹھے ہوئے کو اٹھا کر اس کی جگہ وہ بیٹھے کہ یہ دونوں باتیں ناشائستہ ہیں چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا:

کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود نہ بیٹھے اس لیے مجلس کے دائرے کو فراخ اور وسیع کر لو۔ صحیح بخاری

۲۔ یعنی اس کے صلے میں اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں وسعت عطا فرمائے گا یا جہاں بھی تم وسعت و فراخی کے طالب ہو گے، مثلاً مکان میں، رزق میں، قبر میں، ہر جگہ تمہیں فراخی عطا فرمائے گا۔

وَإِذَا قِيلَ انشُرُوا فَانشُرُوا وَيَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ<sup>ج</sup>

اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو جاؤ تو تم اٹھ کھڑے ہو جاؤ (۱)

اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور جو علم دیئے گئے ہیں درجے بلند کر دے گا (۲)

۱۔ یعنی جہاد کے لئے، نماز کے لئے یا کسی بھی عمل خیر کے لئے۔

یا مطلب ہے کہ جب مجلس سے اٹھ کر جانے کو کہا جائے تو فوراً چلے جاؤ۔ مسلمانوں کو یہ حکم اس لئے دیا گیا کہ صحابہ کرام نبی کی مجلس سے اٹھ کر جانا پسند نہیں کرتے تھے لیکن اس طرح بعض دفعہ ان لوگوں کو تکلیف ہوتی تھی جو نبی سے خلوت میں کوئی گفتگو کرنا چاہتے تھے۔

۲۔ یعنی اہل ایمان کے درجے غیر اہل ایمان پر اور اہل علم کے درجے اہل ایمان پر بلند فرمائے گا جس کا مطلب یہ ہو گا کہ ایمان کے ساتھ علوم دین سے واقفیت مزید رفع درجات کا باعث ہے۔

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ<sup>ح</sup> (۱۱)

اور اللہ تعالیٰ (ہر اس کام سے) جو تم کر رہے ہو (خوب) خبر دار ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَا جِئْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةٌ<sup>ج</sup>

اے مسلمانو! جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنا چاہو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو۔

ہر مسلمان نبی سے مناجات اور خلوت میں گفتگو کرنے کی خواہش رکھتا تھا، جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاصی تکلیف ہوتی،

بعض کہتے ہیں کہ منافقین یوں ہی بلا وجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مناجات میں مصروف رہتے تھے، جس سے مسلمان تکلیف محسوس کرتے تھے، اس لئے اللہ نے یہ حکم نازل فرمایا، تاکہ آپ سے گفتگو کرنے کے رجحان عام کی حوصلہ شکنی ہو۔

ذَلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَظْهَرُ

یہ تمہارے حق میں بہتر اور پاکیزہ تر ہے۔

بہتر اس لیے کہ صدقے سے تمہارے ہی دوسرے غریب مسلمان بھائیوں کو فائدہ ہو گا اور پاکیزہ تر اس لیے کہ یہ ایک عمل صالح اور اطاعت الہی ہے جس سے نفوس انسانی کی تطہیر ہوتی ہے۔  
اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ امر بطور استجاب کے تھا وجوب کے لیے نہیں۔

فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (۱۲)

ہاں اگر نہ پاؤ تو بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے۔

أَشْفَقْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْكُمْ صَدَقَاتٍ

کیا تم اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ نکالنے سے ڈر گئے؟

فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ

پس جب تم نے یہ نہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی تمہیں معاف فرما دیا

یہ امر گواستجاب تھا، پھر بھی مسلمانوں کے لئے شاق تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے جلد ہی اسے منسوخ فرما دیا۔

فَأَقِمْو الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ

تو اب (بخوبی) نمازوں کو قائم رکھو زکوٰۃ دیتے رہا کرو اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی تابعداری کرتے رہو۔

یعنی فرائض و احکام کی پابندی، اس صدقے کا بدل بن جائے گی، جسے اللہ نے تمہاری تکلیف کے لئے معاف فرما دیا۔

وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (۱۳)

تم جو کچھ کرتے ہو اس (سب) سے اللہ (خوب) خبر دار ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا؟ جنہوں نے اس سے دوستی کی جن پر اللہ غضبناک ہو چکا ہے۔

جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا وہ قرآن کریم کی صراحت کے مطابق یہود ہیں اور ان سے دوستی کرنے والے منافقین یہ آیات اس وقت نازل ہوئیں جب مدینے میں منافقین کا بھی زور تھا اور یہودیوں کی سازشیں بھی عروج پر تھیں ابھی یہود کو جلاوطن نہیں کیا گیا تھا۔



مَا هُمْ مِنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَخْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (۱۳)

نہ یہ (منافق) تمہارے ہی ہیں نہ ان کے ہیں (۱) باوجود علم کے پھر بھی جھوٹی قسمیں کھا رہے ہیں۔ (۲)

۱۔ یعنی یہ منافقین مسلمان ہیں اور نہ دین کے لحاظ سے یہودی ہیں۔ پھر یہ کیوں یہودیوں سے دوستی کرتے ہیں۔ صرف اس لیے کہ ان کے اور یہود کے درمیان نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی عداوت قدر مشترک ہے۔

۲۔ یعنی قسمیں کھا کر مسلمانوں کو باور کراتے ہیں کہ ہم تمہاری طرح مسلمان ہیں یا یہودیوں سے انکے رابطے نہیں ہیں۔

أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۱۵)

اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے (۱) جو کچھ یہ کر رہے ہیں برا کر رہے ہیں۔

یعنی یہودیوں سے دوستانہ تعلق رکھنے اور جھوٹی قسمیں کھانے کی وجہ سے۔

اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ (۱۶)

ان لوگوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے (۱) اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں ان کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔ (۲)

۱۔ ایمان، عہد، کی جمع ہے بمعنی قسم۔

یعنی قسم جس طرح ڈھال سے دشمن کے وار کو روک کر اپنا بچاؤ کر لیا جاتا ہے اسی طرح انہوں نے اپنی قسموں کو مسلمانوں کی تلواروں سے بچنے کے لیے ڈھال بنا رکھا ہے۔

۲۔ یعنی جھوٹی قسمیں کھا کر یہ اپنے کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں جس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو ان کے بارے میں حقیقت واقعیہ کا علم نہیں ہوتا اور وہ ان کے غرے میں آکر قبول اسلام سے محروم رہتے ہیں اور یوں یہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنے کا جرم بھی کرتے ہیں۔

لَنْ نُنْعِيَهُمْ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (۱۷)

ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے ہاں کچھ کام نہ آئیں گی۔ یہ تو جہنمی ہیں ہمیشہ ہی اس میں رہیں گے۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ (۲)

جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو اٹھا کھڑا کرے گا تو یہ جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں (اللہ تعالیٰ) کے سامنے بھی قسمیں کھانے

لگیں گے (۱) اور سمجھیں گے کہ وہ بھی کسی (دلیل) پر ہیں۔ (۲)

۱۔ یعنی ان کی بد بختی اور سنگ دلی کی انتہا ہے کہ قیامت والے دن، جہاں کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہے گی، وہاں بھی اللہ کے سامنے جھوٹی قسمیں کھانے کی شوخ چشمانہ جسارت کریں گے۔

۲۔ یعنی جس طرح دنیا میں وہ وقتی طور پر جھوٹی قسمیں کھا کر کچھ فائدے اٹھالیتے تھے وہاں بھی سمجھیں گے کہ یہ جھوٹی قسمیں ان کے لیے مفید رہیں گی۔

أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَافِرُونَ (۱۸)

یقین مانو کہ بیشک وہی جھوٹے ہیں۔

ج  
اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ

ان پر شیطان نے غلبہ حاصل کر لیا ہے

اسْتَحْوَذَ کے معنی ہیں گھیر لیا، احاطہ کر لیا، جمع کر لیا،

اسی کا ترجمہ غلبہ حاصل کر لیا کیا جاتا ہے کہ غلبے میں یہ سارے مفہوم آجاتے ہیں۔

ج  
أُولَئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ

اور انہیں اللہ کا ذکر بھلا دیا ہے یہ شیطانی لشکر ہے۔

یعنی اس نے جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا ہے، ان سے شیطان نے ان کو غافل کر دیا ہے اور جن چیزوں سے اس نے منع کیا ہے، ان کا وہ ارتکاب کرواتا ہے، انہیں خوبصورت دکھلا کر یا مغالطوں میں ڈال کر یا تمناؤں اور آرزوؤں میں مبتلا کر کے۔

أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ (۱۹)

کوئی شک نہیں کہ شیطانی لشکر ہی خسارے والا ہے۔

یعنی مکمل خسارہ انہی کے حصے میں آئے گا۔ گویا دوسرے ان کی نسبت خسارے میں نہیں ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے جنت کا سوداگر ابی لے کر کر لیا، اللہ پر جھوٹ بولا اور دنیا و آخرت میں جھوٹی قسمیں کھاتے رہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُجَادُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ (۲۰)

بیشک اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی جو لوگ مخالفت کرتے ہیں (۱) وہی لوگ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔ (۲)

۱۔ محادۃ، ایسی شدید مخالفت عناد اور جھگڑے کو کہتے ہیں کہ فریقین کا باہم ملنا نہایت مشکل ہو گیا دونوں دو کناروں پر ہیں جو ایک دوسرے کے مخالف ہیں اسی سے یہ ممانعت کے مفہوم میں بھی استعمال ہوتا ہے اور اسی لیے دربان اور پہرے دار کو بھی حداد کہا جاتا ہے۔ فتح القدیر  
۲۔ یعنی جس طرح گزشتہ امتوں میں سے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں کو ذلیل اور تباہ کیا گیا ان کا شمار بھی انہیں اہل ذلت میں ہو گا اور ان کے حصے میں بھی دنیا و آخرت کی ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں آئے گا۔

ج  
كَتَبَ اللَّهُ لَأَعْلَبَنَ أَنَا وَرُسُلِي

اللہ تعالیٰ لکھ چکا ہے (۱) کہ بیشک میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے۔

یعنی تقدیر اور لوح محفوظ میں جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی یہ مضمون سورہ مؤمن میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

## إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ (۲۱)

یقیناً اللہ تعالیٰ زور آور اور غالب ہے۔

جب یہ بات لکھنے والا، سب پر غالب اور نہایت زور آور ہے تو پھر اور کون ہے جو اس فیصلے میں تبدیلی کر سکے۔؟ مطلب یہ ہوا کہ یہ فیصلہ قدر محکم اور امر مبرم ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ

اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے (۱) گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبہ (قبیلے) کے عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔ (۲)

۱۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمائی کہ جو ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت میں کامل ہوتے ہیں وہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے محبت اور تعلق خاطر نہیں رکھتے گویا ایمان اور اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کی محبت و نصرت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔

یہ مضمون قرآن مجید میں اور بھی کئی مقامات پر بیان کیا گیا ہے مثلاً آل عمران۔ ۲۸ سورہ توبہ ۲۴ وغیرہ۔

۲۔ اس لیے کہ ان کا ایمان ان کو ان کی محبت سے روکتا ہے اور ایمان کی رعایت ابوت، نبوت، اخوت اور خاندان و برادری کی محبت و رعایت سے زیادہ اہم اور ضروری ہے چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عملاً ایسا کر کے دکھایا۔

ایک مسلمان صحابی نے اپنے باپ اپنے بیٹے اپنے بھائی اور اپنے چچا ماموں اور دیگر رشتے داروں کو قتل کرنے سے گریز نہیں کیا، اگر وہ کفر کی حمایت میں کافروں کے ساتھ لڑنے والوں میں شامل ہوتے۔

سیر و تواریخ کی کتابوں میں یہ مثالیں درج ہیں اسی ضمن میں جنگ بدر کا واقعہ بھی قابل ذکر ہے جب اسیران بدر کے بارے میں مشورہ ہوا کہ ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے یا قتل کر دیا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا تھا کہ ان کافر قیدیوں میں سے ہر قیدی کو اس کے رشتے دار کے سپرد کر دیا جائے جسے وہ خود اپنے ہاتھوں سے قتل کرے اور اللہ تعالیٰ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہی مشورہ پسند آیا تھا۔ تفصیل کے لیے دیکھئے سورہ انفال ۶ کا حاشیہ۔

أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ

یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو لکھ دیا (۱) ہے اور جن کی تائید اپنی روح سے کی (۲) ہے

۱۔ یعنی راسخ اور مضبوط کر دیا ہے۔

۲۔ روح سے مراد اپنی نصرت خاص، یا نور ایمان ہے جو انہیں ان کی مذکورہ خوبی کی وجہ سے حاصل ہوا۔

وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا

اور جنہیں ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے،

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ

اللہ ان سے راضی ہے اور یہ اللہ سے خوش ہیں،

یعنی جب یہ اولین مسلمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان کی بنیاد پر اپنے عزیز واقارب سے ناراض ہو گئے حتیٰ کہ انہیں اپنے ہاتھوں سے قتل تک کرنے میں تامل نہیں کیا تو اس کے بدلے میں اللہ نے ان کو اپنی رضامندی سے نواز دیا اور ان پر اس طرح اپنے انعامات کی بارش فرمائی کہ وہ بھی اللہ سے راضی ہو گئے۔

اس لیے آیت میں بیان کردہ اعزاز **رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ** اگرچہ خاص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل نہیں ہوا ہے تاہم وہ اس کا مصداق اولین اور مصداق اتم ہیں اسی لیے اس کے لغوی مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے مذکورہ صفات سے متصف ہر مسلمان رضی اللہ عنہ کا مستحق بن سکتا ہے جیسے لغوی معنی کے لحاظ سے ہر مسلمان شخص پر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعائیہ جملے کے طور پر اطلاق کیا جاسکتا ہے لیکن اہل سنت نے ان کے مفہوم لغوی سے ہٹ کر ان کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی اور کے لیے بولنا لکھنا جائز قرار نہیں دیا ہے۔

یہ گویا شعار ہیں رضی اللہ عنہم صحابہ کے لیے اور علیہم الصلوٰۃ والسلام انبیائے کرام کے لیے یہ ایسے ہی ہے جیسے رحمتہ اللہ علیہ اللہ کی رحمت اس پر ہو یا اللہ اس پر رحم فرمائے کا اطلاق لغوی مفہوم کی رو سے زندہ اور مردہ دونوں پر ہو سکتا ہے کیونکہ یہ ایک دعائیہ کلمہ ہے جس کے ضرورت مند زندہ اور مردہ دونوں ہی ہیں لیکن ان کا استعمال مردوں کے لیے خاص ہو چکا ہے اس لیے اسے زندہ کے لیے استعمال نہیں کیا جاتا۔

أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (۲۲)

یہ خدائی لشکر ہے آگاہ رہو بیشک اللہ کے گردہ والے ہی کامیاب لوگ ہیں۔

یعنی یہی گروہ مومنین فلاح سے ہمکنار ہو گا دوسرے ان کی بہ نسبت ایسے ہی ہوں گے جیسے وہ فلاح سے بالکل محروم ہیں جیسا کہ واقعی وہ آخرت میں محروم ہوں گے۔

\*\*\*\*\*

